© rasailojaraid.com

ایک کہانی ایک حقیقت

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

سحر ہونے کو ہے

میرے ہمسائے میں ایک متوسط جوڑا رہتا تھا۔ میاں کسی دفتر میں گریڈ سولہ کے آفیسر تھے۔ اور بیوی کسی سکول میں استانی ـــــ چھوٹی چھوٹی تو تکار تو ہر گھر میں ہوتی ہی رہتی ہے کہ یہ شادی کے برگ وبار ہیں ـــــ بس ابتدائی ایام ذرا سہانے گزرتے ہیں پھر بعد میں جوتیوں میں وہ دال بٹتی ہے کہ الاماں! والحفیظ! بچے سہمے رہتے ہیں۔ ـــــ محلے والے تماشا دیکھتے ہیں اور عزیز رشتہ دار محبوب نمک مرچ لگا کر واقعات کو یوں بیان کرتے ہیں جیسے ان کے ہاں کبھی کچھ ہوا ہی نہیں ـــــ اصل میں شادی ایک بندھن ہے جیون بھر کا ـــــ ایک ابدی امتحان ـــــ ایک مستقل آزمائش ـــــ کہ کہیں میاں حد سے اتنے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں کہ خدا کے خوف کو آگ دکھا کر، بیوی بچوں پر جبر وستم کے پہاڑ توڑتے ہیں۔ انہیں مالی اور ذہنی کوفت سے دوچار کر کے اپنی دنیا و آخرت تباہ کرتے ہیں۔ اور کہیں بیوی کی وہ کج بحثی اور بدزبانی کہ شیطان بھی پناہ مانگے وہ اپنی زبان درازی سے گھر کے ماحول کو ہر وقت بے سکونی سے دوچار کیے رکھتی ہے۔

قارئین! ہمارے ہمسائے میں جو جوڑا رہتا تھا ان میں میاں مظلوم و مقہور تھا۔ بیوی کی کرخت آواز کا یہ شور اکثر سنائی دیتا:۔

''میں تیری بندھی ہوئی نہیں ہوں........ جہاں میری مرضی میں جاؤں اور جس وقت مرضی آؤں تو مجھے نہیں پوچھ سکتا........ تو میرا مالک نہیں ہے..........۔''

میں نے کھانے پکانے کا ٹھیکہ نہیں لیا ہوا.......... میں کسی کے باپ کی نوکر نہیں ہوں......... جو کچھ کھانا ہو، بازار سے لے کر آیا کرو..........!

اچھا! اب ان کے لئے پکاؤ بھی......... سنبھالو بھی اور دینے بھی جاؤ......... نوابزادوں کے کیا نخرے ہیں .... اب یہ خود اٹھا کر کھا بھی نہیں سکتے.......... جس آدمی کا گھر میں یہ حال ہو وہ باہر کیا کرتا ہوگا؟''

بچوں سے کہتی:۔

''میں دیکھوں گی جب تمہیں کوئی کنجر آ کر لے جائے گا.........! انشاء اللہ تم گھر بسا کر ہی آ ؤ گی........! تمہاری خاندانی فطرت ہے کسی سے بنا کر نہ رکھنا۔ جو گھر میں بنا کر نہیں رکھ سکتے وہ باہر کیا بنا کے رکھیں گے؟''

خاوند بے چارہ بیوی کی جلی کٹی سنتا اور ساتھ ساتھ بیوی کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی کے جلے ہوئے حصے بھی الگ کرتا جاتا......... ہمیشہ نکو بنا رہتا اور دفع شر کے لئے کچھ نہ کہتا کہ اس کی ذرا سی بات سے بھی، بیوی طوفان کھڑا کر دیتی......... بیوی جو دکھاوے کے لئے ہمسایوں کے سو سو کام کر آتی تھی۔ تاکہ لوگ کہیں ''بہت اچھی خاتون ہے''......... صرف جھوٹی تعریف کے لئے، کسی کے چاول پکا کر آ رہی ہے.......... تو کسی کے کپڑے دھونے والا پاؤڈر بنا کے دے رہی ہے......... کسی کو اچار ڈال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے دے رہی ہے تو کسی کا دودھ اپنے گھر ابال کر اس کے گھر پہنچا رہی ہے۔

قارئین! دوسروں کے کام آنا بے شک ایک قابل تحسین جذبہ ہے مگر اپنے گھر کو آگ لگا کر دوسروں کے کام کرنے والے کی کون بے وقوف تعریف کرے گا! اپنے میاں کو تو وہ، کھانے کے وقت، پانی کا گلاس دینے کی بھی روادار نہ تھی۔ وہ بھی قسمت کا مارا خود لے کے بیٹھتا وہ عورت گھر میں ہر وقت کوئی نہ کوئی مسئلہ کھڑا کیئے رکھتی خاص طور پر کھانے کے دوران مسائل کا اظہار اور رنج بحثی کی تکرار، اس کا شیوہ تھا۔ اوپر سے رہی سہی کسر ٹی وی پروگرام ''سحر ہونے کو ہے'' نے پوری کردی۔ عورتوں کی آزادی'' کے نام پر مادر پدر آزاد مال زادیوں نے ایسی باتیں نشر کرنا شروع کیں کہ عورت بگنٹ ہوتی چلی گئی کہتے ہیں کہ گھر سے عورت اور بندوق سے گولی، ایک دفعہ چلی تو توبہ ہی بھلی! وہ جو پہلے ہی سانپ تھی۔ اڑنے لگی۔____ نیم برہنہ لباس پہن کر مٹر گشت کرنے والی اس اللہ ماری کو اس لطیف بات کا کیا احساس کہ ''جس کا کپڑا پتلا اس کا ایمان بھی پتلا'' ____ رات گئے گھر آنا اس کا معمول بن گیا۔ میاں زمانے کے آلام و مصائب کا مارا ہؤا گھر آتا تو جل بھن کر رہ جاتا۔ اس کا خون کھولتا مگر کر کچھ نہ سکتا۔ بیوی، میاں کی طرف کیا دھیان دیتی کہ اسے اس سے سیدھے سبھاؤ بات بھی کرنا گوارا نہ تھا____ ہر وقت کے توہین آمیز سلوک نے اسے چارپائی سے لگا دیا۔ مستقل بخار رہنے لگا۔ کھانسی کی پھانسی اس کے گلے کا ہار بن گئی____ ڈاکٹر نے تپ دق کے مرض کی تصدیق کردی۔ وہ ہر وقت اپنے کمرے میں پڑا کھانستا رہتا____ تھوکتا رہتا____ کھانستا رہتا____ دوسرے کمرے سے بیوی کی آواز آتی......... ''اسے کہو! نالی پر جا کے تھوکے۔ سارے گھر کو اگالدان بنا رکھا ہے____ اور پھر بچوں کے ساتھ ٹی وی ڈراموں اور گانوں میں مگن ہو جاتی____ اگر اسی دوران میاں کے کھانسنے کی آواز آجاتی تو بچوں سے کہتی کم بختو! آواز ہی اونچی کردو۔ ایک اس کی کھانسی ہمارے لئے عذاب بنی ہوئی ہے____ آخر ایک دن میاں کو خون کی قے آئی اور اس کی آخری ہچکی کی آواز، ٹی وی کی آواز میں دبتی چلی گئی____ ادھر پروگرام ''سحر ہونے کو ہے'' اپنے عروج پر تھا____ ادھر میاں کی کھانسی اپنے مقطع پہ آ پہنچی تھی____ اور وہ کسمپرسی کے عالم میں اپنے شکستہ دل و دماغ اور ٹوٹے ہوئے اعصاب کے ساتھ، آہستہ آہستہ چاہِ مرگ میں ڈوب رہا تھا اور زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ:

کسی کی آہٹ پہ فضا کان دھرے بیٹھی ہے
خامشی کس کو شرِ شام صدا دیتی ہے
''سحر'' کب آئے گی مگر اذنِ تماشا لے کر
شب گریزاں ہے مگر حکمِ نوا دیتی ہے''
کون ہوتا ہے شریکِ غم ہستی اے دوست!
ڈال بھی سوکھے ہوئے پات گرا دیتی ہے

☆

© rasailojaraid.com